سوشل میڈیا پر توہین رسالت کی تازہ لہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم..... اما بعد!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ایک مسلمان کے ہاں کیا مقام رکھتی ہے؟! اسے جاننے کے لیے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ شاہد عدل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت اہل ایمان کے دلوں میں پیوست کر دی ہے اسے ختم کرنا ممکن نہیں۔ اہل کفر نے ہمیشہ مسلمانوں کے دلوں میں نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور حرمت کو کم کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں، اس مقصد کے لیے مختلف انداز اور حربے اپنائے جاتے رہے۔ پچھلے کئی برسوں کے دوران اہل مغرب نے متعدد بار اس قسم کی حرکتیں کر کے اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا۔ جب بھی اس طرح کی سوقیانہ حرکتیں کی گئیں اہل ایمان نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اَن مِٹ اور والہانہ محبت کا ثبوت دینے میں کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

یہ سلسلہ کچھ عرصہ سے تھما ہوا تھا، لیکن برا ہو سوشل میڈیا کی آزادی کا کہ کچھ بد بخت اور بد طینت لوگ اپنے خبث باطن کے اظہار کے لیے سوشل میڈیا کی آزادی کا سہارا لے کر اس کارِ سیاہ انجام میں ملوث ہیں۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر ایسے پیجز موجود ہیں جنہیں ذات رسالت مآب کی نعوذ باللہ توہین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان مجرمانہ سرگرمیوں پر اضطراب وتشویش ہونا قدرتی امر تھا۔ اس مسئلے کی طرف توجہ دلانے کے لیے ملک کے ممتاز علماء کی سرکردگی میں مظاہرے ہوئے، لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ دین کا درد رکھنے والے کچھ حضرات نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں سوشل میڈیا پر موجود گستاخانہ مواد کے خلاف تمام ثبوتوں کے ساتھ درخواست جمع کرائی۔ اس سلسلے میں چیف جسٹس اسلام آباد جناب شوکت صدیقی صاحب نے ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا اور انہی کے فیصلوں پر حکومتی حلقے حرکت میں آئے۔

سوشل میڈیا پر موجود گستاخانہ مواد کو بند کرنا، اس پر قدغن لگانا کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں۔ ان امور کی انجام دہی کے لیے باقاعدہ حکومتی ادارے موجود ہیں۔ پاکستان میں سائبر کرائم کے زمرے میں آنے والی سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور ان پر قدغن لگانے کے لیے الیکٹرانک ٹرانزیکشن آرڈی نینس 2002ء اور پاکستان ٹیلی کمیونیکشن ری آرگنائزیشن ایکٹ 1997ء جیسے قوانین نافذ ہیں۔ سینٹ اور قومی اسمبلی سے پریونیشن آف الیکٹرانک کرائمز بل

بھی منظور ہوکر نافذ العمل ہے۔اسی طرح پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) بھی بروئے کار ہے۔ان اداروں کے قیام اور قوانین کی منظوری کے بعد کئی ایسی ویب سائٹس کو بند کیا گیا جو ریاست مخالفت نظریات کے پھیلاؤ پر کام کررہی تھیں۔انہیں بند کرانے کے لیے نہ عوامی احتجاج ہوا نہ کسی عوامی فورم کی طرف سے درخواست دی گئی، لیکن دیکھا گیا کہ سوشل سائٹس پر کئی ایسے پیجز موجود تھے جن پر ایک تسلسل کے ساتھ توہین آمیز مواد اپ لوڈ کیا جارہا تھا،افسوس یہ ہے کہ ایک مسلمان ملک میں ایسی سرگرمیوں کو بند کرانے کے لیے عوامی سطح پر احتجاج کا سہارا لینا پڑا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب شوکت صدیقی صاحب اس حوالے سے قابلِ مبارک باد ہیں کہ ان کے دلیرانہ اقدام کے بعد حکومتی عہدے داروں نے بھی ہوش کے ناخن لیے اور سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد کی موجودگی کا نوٹس لیا۔تادمِ تحریر اتنا تو ہو چکا ہے کہ جناب وزیر اعظم اور وزیر داخلہ صاحب اس سلسلے میں واضح پالیسی بیان جاری کر چکے ہیں۔وزیر اعظم صاحب نے متعلقہ اداروں پر اپنی برہمی کا اظہار بھی کیا ہے،جبکہ وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان صاحب نے کہا ہے کہ توہین رسالت کرنے والوں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گستاخانہ مواد ہٹانے کے لیے فیس بک اور ٹوئیٹر انتظامیہ سے بھی رابطہ کرلیا گیا ہے،اگرچہ اسلام آباد ہائی کورٹ حکومتی اقدامات پر مطمئن نہیں تاہم یہ کسی حد تک حوصلہ افزا بات ہے،اللہ کرے حکومت اپنی نیک نیتی کا مظاہرہ کرسکے۔اسی سلسلے میں ہمیں چند معروضات پیش کرنی ہیں:

☆......آخر یہ وطیرہ کیوں اختیار کرلیا گیا ہے کہ مذہبی ایشوز پر جب تک کوئی عوامی ردعمل نہ آئے، احتجاج نہ ہو اور ایک طرح سے حکومتی عہدے داران کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر مسئلے کی سنگینی باور نہ کرائی جائے تب تک خاموشی میں ہی عافیت سمجھی جاتی ہے۔ایک مسلم ملک اور مسلمان افسر ہونے کے ناطے از خود ذمے داری طے ہو جاتی ہے کہ گستاخانہ مواد جہاں بھی پایا جائے اسے نہ صرف ختم کیا جائے بلکہ اس میں ملوث افراد کو بھی قرار واقعی سزا دی جائے۔پچھلی سطور میں سائبر کرائم کے حوالے سے ہم بتا چکے ہیں کہ انٹرنیٹ کی دنیا میں مجرمانہ سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھنے کے ادارے موجود ہیں۔گزشتہ دو تین برس سے سوشل میڈیا پر گستاخانہ مواد اپ لوڈ کیا جاتا رہا،آخر کیا وجہ ہے کہ اس کا نوٹس کیوں نہیں لیا جاسکا؟

☆......اس بات کا جائزہ لیا جانا بھی ضروری ہے کہ دفعہ 295-C کے نافذ العمل ہونے کے بعد اب تک اس پر کتنا عمل درآمد کیا گیا ہے؟ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے توہین رسالت کے مجرموں کو سزا نہیں دی گئی ہے،درجنوں ایسے افراد جیلوں میں بند ہیں جن پر توہین رسالت کا جرم ثابت ہو چکا ہے،لیکن ان کے لیے سے قانون کے مطابق عمل نہیں کیا گیا،جب کہ اس کے علی الرغم ممتاز قادری کو دہشت گردی ایکٹ کے تحت

پھانسی دی جا چکی ہے۔ سزا اور جزا کے اس انوکھے رویے سے کیا دریدہ ذہن افراد کے حوصلے بلند نہیں ہوتے؟ ان خبروں میں کس حد تک صداقت ہے کہ سوشل میڈیا پر توہین آمیز مواد اپ لوڈ کرنے میں ملوث افراد بعض اہل کاروں کی سرپرستی میں ہی بیرون ملک فرار ہو چکے ہیں؟

ہمارے خیال میں فیس بک اور ٹوئیٹر انتظامیہ سے رابطے اپنی جگہ بجا، لیکن اس سے زیادہ اہم معاملہ توہین آمیز مواد پھیلانے والوں کے گرد شکنجہ کسنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا عمل ہے۔ اگر انہیں قانون کے مطابق سزا نہیں دی جاتی تو پھر باقی تمام پھرتیاں محض نمائشی عمل کہلائیں گی۔

ایک متبادل قومی بیانیے کا تقاضا

جناب میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان، جو اطلاعات کے مطابق سوشل میڈیا پر توہین آمیز مواد کے ثبوت دیکھ کر نہ صرف برہم ہوئے بلکہ آبدیدہ بھی ہوئے، انہوں نے چند روز قبل لاہور کے ایک دینی مدرسے میں خطاب کرتے ہوئے علماء، مدارس اور فتویٰ کے متعلق جو ریمارکس دیے، علماء کو ایک متبادل بیانیہ تیار کرنے کا مشورہ دیا، نیز کراچی میں ہندوؤں کے مذہبی تہوار ہولی کے موقع پر کیک کاٹ کر جو بیان ارشاد فرمایا اسے کیا نام دیا جائے؟...... تینوں مواقع کے بیانات باہم متضاد اور کسی فکری انتشار کی نشان دہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب وزیر اعظم صاحب اس حوالے سے خود بھی یکسو نہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ میاں صاحب کسی لبرل یا سیکولر اسٹیٹ کے نہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم ہیں، اس ملک کے آئین میں قرارداد مقاصد کے عنوان سے ریاست کا بیانیہ متعین کر دیا گیا ہے، یاد رہے کہ یہ بھی علماء ہی کا کارنامہ تھا۔ حالیہ عرصہ میں جب بھی ضرورت محسوس ہوئی علماءِ امت نے دہشت گردی کے خلاف واضح موقف اختیار کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس کے باوجود بار بار نئے بیانیے کا تقاضا کسی خفی خواہش کی نشاندہی کرتا ہے، وزیر اعظم صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنی مراد واضح کریں کہ وہ کس قسم بیانیہ علماء سے چاہتے ہیں؟، البتہ ہم انہیں اس بات کی یاددہانی ضرور کرائیں گے کہ انہوں نے جس آئین کے تحت حلف اٹھایا ہے اس کے مطابق انہیں سب سے زیادہ اسلام، اسلامی اقدار و نظریات اور مسلمانوں کے تحفظ کی ذمہ داری عزیز ہونی چاہیے۔ ان سطور کے ذریعے ہم ارباب اقتدار سے یہی عرض کریں گے کہ قوم پہلے ہی طرح طرح کے مسائل کی وجہ سے جاں بہ لب ہے، طے شدہ معاملات کو بار بار چھیڑ کر پاکستان کو نت نئے تجربات کے لیے تختہ مشق نہ بنایا جائے، آئین و قانون کی بالادستی کو یقینی بنایا جائے، اسی میں ہم سب کی خیر ہے۔

وما علینا الا البلاغ!